بسم اللہ الرحمن الرحیم

اصلاح

نمبر ۵ | بابت ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۵ھ | جلد ۲۴

کیا تقیہ دروغ کا مرادف ہے

راستی موجب رضائے خداست

کس ندیدم کہ گم شد از رہ راست

اس مسئلے کے جواب دینے کیلئے اسکی ضرورت ہے کہ فطرت مخلوقات پر عموماً اور فطرت انسان پر خصوصاً غور کیا جائے کہ بعض جانور درندہ اور خونخوار پیدا کئے گئے ہین جو ہر وقت اپنے سے کمزور جانورون کو ہلاک کرنے پر آمادہ و کوشان رہتے ہین۔ اور طرح طرح کی تدبیرین اپنے حفاظت کرتے ہین اگر یہ عقل فطرت کی طرف سے اونکو نہوتی تو غذاے درندگان ہوکر اونکی جنس کی جنس نیست و نابود ہو جاتی مثلاً اگر شیر ہرن کے درپئے ہو تو فطرت نے ہرن کو ایسے تیز پاؤن دیئے ہین کہ مثل پرندون کے اوڑتا ہوا اپنے دشمن سے فرار کرتا ہے بعض جانور ایسے ہین کہ جنمین فرار کی قوت ایسی نہین ہے لیکن جب اپنے دشمن کے پنجہ مین آجاتے ہین تو مثل مردار کے پڑجاتے ہین اور اُن کا دشمن اونکو مردار سمجھکر چھوڑ دیتا ہے چنانچہ اسی ترکیب کو دیکھکر بعض انسان نے بھی ایسی حالت مین اپنے کو مثل مردہ کے زمین پر ڈالدیا اور ریچھ سے اپنی جان بچالی ہے۔ بہت کیڑے ایسے دیکھے جاتے ہین کہ جہان کسی غیر چیز کی حرکت محسوس کی مثل مردا کے اپنے ہاتھ پیر کو سمیٹ کر پڑجاتے ہین یہ ترکیب جانورون کی طرف سے صرف آزادانہ ہی نہین ہین بلکہ بعض مخلوقات کو فطرت نے خود ودیعت کیا ہے

بیادگار سید علی محمد مرحوم

مثلاً بعض تتلی کے بال و پر کو ایسا درخت کے پتون کے مثل بنایا ہے کہ اونکے دشمن برگ
و نباتات سمجھکر اونکو چھوڑ دیتے ہین فطرت نے اپنی کارستانیون کو جانورون ہی تک نہین ختم کیا ہے
بلکہ بعض نباتات کو بھی اپنے حفاظت کی ترکیب بتائی ہے مثال کیلئے چھوئی موئی جسکو
لجالو بھی کہتے ہین دیکھئے کہ جہان کسی چیز کی حرکت لگی کہ گل پتے و شاخ اوسکی مرجھا کر مثل
سوکھی گھاس کے ہو جاتے ہین تاکہ کوئی چرند اوسکے تر و تازہ پتہ کو دیکھکر کھا جائے۔ اسمین
شک نہین کہ یہ کل مثالین ایک جنس کی دوسری جنس کے ساتھ ہین لیکن جب انسان
مخلوق ہوا اور خداوند عالم اوسکے بارہ مین فرمایا۔ وقلنا اهبطوا بعضكم لبعض عدو
ولكم متاع فى الارض مستقر ومتاع الى حين ۔ یعنی ہمنے کہا کہ تم زمین پر اتر پڑو تم مین سے
ایک کا ایک دشمن ہوگا۔ اور زمین مین تمھارے لئے ایک خاص وقت تک ٹھہراؤ ہے کہنا تھا ہی
تو یہ آپس ہی مین مین ایک دوسرے کے دشمن بنگئے۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ وہ
عمل کیا جو ایک جانور دوسرے جانور کے ساتھ کرتے ہین۔ کوئی تو درندہ موذی بنگیا۔ کوئی
اپنے دشمنون سے بچنے کیلئے مثل جانورون کے ترکیبین سوچنے لگا اگر ایک شخص کسی کا مال
لوٹنے پر آمادہ ہوا تو دوسرے نے اپنے مال کو زمین مین دفن کرکے اوسکے حفاظت کی فکر مین کی
اگر کسی نے کسی کے قتل کا ارادہ کیا تو دوسرے نے ہتھیار اختیار کیا یا فرار ہوگیا۔ یا بھیس بدلکر
اپنے دشمن کے ہاتھ سے جان بچالی۔ یہ اوس وقت تک تھا جبتک کہ انسان مین تمدن
نہین پیدا ہوا تھا اور ہر فرد اپنی فکر مین حیران و پریشان تھا لیکن جب انتظام قائم ہوا
تو بعوض اسکے کہ مظلوم ہی ہمیشہ اپنے حفاظت کی فکر مین پریشان رہے ظالمون کو بھی
روک تھام کی فکر کی گئی اور ہر جرم کی اوسکی سنگینی کے مطابق سزا قائم کی گئی تاکہ سزا کے
ڈر سے ظالم اپنے ارادون سے باز آئین اور مظلوم اپنی حفاظت مین باآسانی کامیاب ہون
اس مین شک نہین کہ اس سے عموماً انسان کو فارغ البالی اور آسودگی حاصل ہوئی لیکن
ظلم کے ارادہ کرنیوالون نے سزا کے مقابلہ مین اپنی ہمتون کو پست ہوتا دیکھکر خود اوس قانون
پر اعتراض کرنے لگے کہ یہ کیسے انسان ہین کہ اپنے بھائی کو کبھی قتل کرتے ہین کبھی اون کا ہاتھ
کاٹتے ہین کبھی اونپر درے و تازیانہ لگاتے ہین کبھی اونکو قید کرتے ہین اور پھر دعوی اصلاح

وہمدردی کا کرتے ہین ۔ یہ قول میرا خیالی و وہمی نہین ہے بلکہ واقعہ ہے کہ جب جناب امیرالمومنین علی ابن ابیطالب علیہ السّلام نے بعوض سرقہ کے ایک مسلمان کا ہاتھ کاٹا تو وہ دعا دیتا ہوا اور حضرت کی تعریف کرتا ہوا چلا جا رہا تھا کہ ایک برہم کنندۂ شریعت نے اعتراض کیا کہ ارے تو کیسا ہے کہ جس شخص نے تیرا ہاتھ قطع کیا اوسکی تو تعریفین کرتا اور دعائین دیتا ہے اوس مومن نے جواب دیا کہ مین علیؑ کی کیونکر تعریف نہ کرون کہ حضرت نے دنیا مین سزا دیکر عذاب نار سے بچا لیا۔ یہی فرق ہے درمیان پابند شریعت اور آزاد شریعت کے۔ پابند شریعت اصولاً قتل۔ قطع یدین ۔ دُرہ زدنی۔ اسیری کو جائز کرتے ہین لیکن برہم کنندہ شریعت جو کسی اصول و شریعت کے پابند نہین ہین ۔ اعتراض کرتے ہین کہ یہ کیسی لغت ہے ۔ حالانکہ خود اپنے ارادون کے حاصل کرنے مین نہ قتل سے پرہیز کرتے ہین نہ قطع اعضا وجوارح سے باز آتے ہین اور جب اون سے کہا جاتا ہے کہ فساد نہ کرو تو مصداق اس آیت کے بنتے ہین واذا قیل لھم لا تفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون الا انھم ھم المفسدون ولٰکن لا یشعرون ۔ یعنی جب اون سے کہا جاتا ہے کہ ملک مین فساد نہ کرو تو کہتے ہین کہ ہم تو صرف اصلاح کرتے ہین ۔ خبردار ہو جاؤ بیشک یہی لوگ فسادی ہین لیکن سمجھتے نہین ۔ انکے اعتراض کا مطلب تو صرف یہی ہے کہ اہل شریعت شرما کر قصاص کو موقوف کردین اور یہ وہ جو چاہین بے خطر کرین لیکن عاقل اسکو کبھی گوارا نہین کر سکتا۔ اور ایسا اعتراض کو کھسیانی بلی کھمبا نوچے سے زیادہ وقعت نہین کرتے ۔ وہ خوب جانتے ہین کہ یہ قصاص ہی کا ڈر ہے جس سے فی الجملہ مظلومون کیلئے ایک آڑ ہے لیکن عاقل کا قول ہے کہ "علاج واقعہ قبل از وقوع باید کرد" لہذا ہر شخص کو واجب ہے کہ خود اپنی حفاظت حتی الوسع کرے اسی لئے انسان اپنی چیزون کی حفاظت کرتے ہین کہین پوشیدہ کرکے کہین ہتھیارون سے حملہ کنندہ کو باز رکھتے ہین اس عمل کو کوئی عاقل قابل اعتراض نہین کہہ سکتا ۔ مگر کوئی شخص اگر جنگل کی راہ سے جس مین ڈاکو رہتے ہون جاتا ہو اور اپنے مال کو چھپا کر لیجائے تو ڈاکو البتہ کہہ سکتا ہے کہ اسکی سہی نہین کہ مال چھپا کر نکل گئے ایسی بزدلی سے شرمانا چاہیے ۔ لیکن کوئی

عاقل یا انصاف پسند یہ نہین کہہ سکتا کہ مالدار کو چاہیئے تھا کہ راستہ مین اپنے مال کو اچھالتا اور اعلان کرتا ہوا جاتا۔ تاکہ جنگل مین لٹ جائے۔ وہ بچہ جس سے انسان نے مردود بنکر اپنی جان بچالی اعتراض کر سکتا ہے کہ یہ انسان دہوکہ باز تھا لیکن عاقل اوس شخص پر کوئی عیب نہین لگا سکتا بھوکھی بکری بچالو کے مرجھانے پر اعتراض کر سکتی ہے کہ سوکھی گھاس بنکر میری غذا ہونے سے بچ گئی لیکن عاقل اوس خالق کی حمد و ثنا کرتے ہین جس نے بچالو مین ایسی حس و حرکت ودیعت فرمائی ہے۔ جس خالق نے ادنی ادنی مخلوقات کو اوسکے دشمنون سے بچنے کیلئے ترکیبین بتائی وہ انسان کو کب چھوڑ دیتا کہ ہر بلا انسان تباہ و برباد ہون۔ اونکو بھی اپنے بچنے کی ترکیبین اکثر موقع پر تعلیم کی ہے چنانچہ یاد فرمایئے کہ جب فرعون کو معلوم ہوا اس سال ایک لڑکا پیدا ہوگا کہ جو اوسکی سلطنت کو درہم و برہم کر دیگا تو حاملہ عورتون کے حمل کو ساقط کرانیکی فکر مین پڑا اور ہزارہا حمل ضایع کر دیا لیکن حضرت موسیٰ کی والدہ گرامی نے اپنے راز کو پوشیدہ رکھا اور جب ولادت ہوئی تو خلاق عالم نے تعلیم فرمایا کہ اونکو ایک صندوق مین رکھکر دریا مین بہا دین اور جب وہ لڑکا فرعون کے گھر مین داخل ہو گیا تو خدا نے اونکی ماں کو دائی کے بھیس مین وہان پہونچایا۔ فرعون البتہ کہہ سکتا ہے اور الزام دیسکتا ہے کہ اونکی ماں نے دہوکہ سے اپنے حمل کو بچالیا اور حضرت موسیٰ کو خود اوسی کے محل مین پرورش کیا لیکن کوئی عاقل اس عمل کو معیوب نہین بتا سکتا اور اللہ تو ایسے ہی لوگون کے مقابلہ مین فرماتا ہے۔ واذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوک او یقتلوک او یخرجوک ویمکرون ویمکر اللہ واللہ خیر الماکرین۔ یعنی کفار تم سے فریب کر رہے تھے کہ تمکو قید کر لین یا تمکو مار ڈالین یا تمھین گھر سے نکال باہر کرین وہ تو یہ تدبیر کر رہے تھے اور خدا اونکے خلاف تدبیر کر رہا تھا اور خدا تو سب تدبیر کرنیوالون سے بہتر ہے۔

اس آیہ کریمہ مین اوس تدبیر کی طرف اشارہ ہے جس کے ذریعہ سے رسولخدا نے شب ہجرت اپنی جان بچائی وہ واقعہ یون ہے کہ قریش کے ہر قبیلہ مین سے ایک ایک شخص نے ملکر سازش کی اور رسولخدا کے گھر کو گھیر لیا کہ سب ملکر اون کو قتل کر ڈالین تاکہ کسی کو خون

لینے مین کل قبیلون سے مقابلہ کرنیکی ہمت نہ پڑے۔ جب خدا نے یہ دیکھا تو رسولخداصلعم کو تعلیم کیا کہ اپنے بھائی علی علیہ السلام کو اپنے بستر پر سلا دین تاکہ کفار سمجھین کہ حضرت ہی سو رہے ہین اور خود وہان سے ہجرت کر جائین۔ اس ترکیب سے جان بچنے پر وہ کفار البتہ اعتراض کر سکتے ہین لیکن خدا اس ترکیب کے سکھانیکا رسولخدا پر احسان جتلا رہا ہے اور حضرت علی جنھون نے اس ترکیب مین رسولخداصلعم کا ساتھ دیا اونکی اس طرح تعریف فرما رہا ہے ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ رؤف بالعباد۔ لوگون مین سے (کچھ خدا کے بندے) ایسے بھی ہین جو خدا کی خوشنودی حاصل کرنیکے لئے اپنی جان تک بیچ ڈالتے ہین اور خدا اپنے بندون پر بڑا شفقت والا ہے غرض تقریر بالا سے یہ امر مثل روز روشن کے واضح ہے کہ بطفیل تعلیم خلاق عالم نباتات۔ حیوانات۔ اور انبیاء و رسل ایسی ترکیبین عمل مین لائے ہین جس سے اونکے دشمنون نے دھوکھا کھایا اور خود اپنی حفاظت کی لہذا ایسا عمل قبیح نہین ہو سکتا بلکہ خود خداوند عالم اوسکی تعریف فرماتا ہے اور اپنا احسان دھرتا ہے۔

جب عملاً دشمن کی غلط فہمی کا باعث ہونا مذموم نہین ہے تو قولاً دشمن کے دل مین غلط فہمی پیدا کرنا کیونکر لائق الزام ہو سکتا ہے چنانچہ یاد کیجیے قصہ حضرت ابراہیم جب آپنے بتون کو توڑا ہے تو بت پرستون نے آپ سے پوچھا کہ کیا آپ نے ایسا کیا ہے اوسکے جواب مین حضرت نے فرمایا نہین بلکہ اوس بڑے بت نے توڑا ہے اوس سے دریافت کرو جس کا ذکر قرآن پاک مین یون ہے۔ قالوا أانت فعلت ھذا بالھتنا یا ابراھیم قال بل فعلہ کبیرھم ھذا فسئلوھم ان کانوا ینطقون یعنی اونھون نے پوچھا ابراہیم کیا تمنے ہمارے دیوتاؤن کے ساتھ ایسا کیا ہے ابراہیم نے کہا نہین یہ کام اونکے بڑے بت نے کیا ہے اگر وہ بولتے ہون تو اون سے پوچھ لو۔ ایسے خلاف واقعہ جواب سے حضرت ابراہیم کا دو مطلب تھا اول اوس ظلم کی تاخیر جس کا ڈر حضرت کو اون کافرون سے تھا دوسرے اونکی ہدایت تاکہ اپنے بتون کی مجبوری مشاہدہ کرین کہ وہ کلام تک نہین کر سکتے اور اونکے خالق جبار کی قدرت کاملہ کو دیکھین کہ حضرت ابراہیم کو اونکے ظلم سے کیونکر بچاتا ہے

اگر صاف صاف اول ہی سوال پر مطابق واقعہ قرار کر دیتے کہ ہان ہمنے توڑا ہے تو اس مین شک نہین کہ اللہ اونکے ظلم سے ویسے ہی بچاتا جیسا کہ بچایا لیکن کفار کو اپنے بتون کی بیکسی پر غور کرنے اور ہدایت پانیکا موقع نہ ملتا ۔ صرف اس موقع کے حاصل کرنے کیلئے حضرت ابراہیم نے خلاف واقعہ اپنے فعل کو بت کی طرف منسوب کیا ۔ پھر قصہ انطاکیہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰ نے جناب یوحنا و یونس کو اوس گاؤن کی ہدایت کیلئے بھیجا تو اون دونون کو قید کر لیا بعدہ حضرت شمعون کو اونکی مدد کیلئے بھیجا تو حضرت شمعون نے خیال کیا کہ اگر صاف صاف حضرت یوحنا و یونس کے طرفدار بنکر آتے ہین تو خود بھی گرفتار ہو جاتے ہین لہذا توریہ یہ فرمایا کہ مین یہان اس واسطے آیا ہون کہ بادشاہ کے خداکی پرستش کرون حضرت کے اس قول سے کفار کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ حضرت اونکے بت کو پوجنا چاہتے ہین ۔ چنانچہ اونکو بت خانہ مین جانیکی اجازت ملی وہان پہونچکر حضرت یوحنا و یونس کو بلانیکی تدبیر بتلائی اور یہ تعلیم کیا کہ اپنی شناسائی کو بادشاہ کے سامنے پوشیدہ رکھین اور جب بادشاہ کے سامنے لائے گئے تو خود بھی اونکے ساتھ اجنبی کا برتاؤ کر کے خلاف واقعہ یہ ظاہر کیا کہ ہم آپس مین ایک دوسرے کو نہین پہچانتے ہمراہی و ہم مشرب ہونا کیسا ۔ اس ترکیب سے حضرت یوحنا و یونس کو اس کا موقع دلوایا کہ بادشاہ پر قدرت خدا سے وحدہٗ لا شریک ظاہر کرین تاکہ اونکی ہدایت ہو اور خود نجات پاوین چنانچہ اس قصہ کا اشارہ آیت ذیل مین ہے واضرب لھم مثلاً اصحاب القریۃ اذ جاءھا المرسلون اذ ارسلنا الیھم اثنین فکذبوھما فعززنا بثالث فقالوا انا الیکم مرسلون ۔ یعنی (اے رسول) تم (ان سے) مثال کے طور پر ایک گاؤن (انطاکیہ) کا قصہ بیان کرو کہ جب وہان ہمارے پیغمبر آئے اس طرح کہ جب ہمنے اونکے پاس دو پیغمبر (یوحنا و یونس) بھیجے تو ان لوگون نے دونون کو جھٹلایا تب ہمنے ایک تیسرے پیغمبر (شمعون) سے اونکی مدد کی تو ان لوگون نے کہا کہ ہم لوگ خدا کے بھیجے ہوئے آئے ہین ۔

غرض ایسی مثالین قرآن مین ڈھونڈھیے اور نبیون کے حالات کی سیر کرنے سے بہت ملسکتی ہین لیکن چونکہ یہ لوگ اپنی اپنی زندگی مین ایک دو مرتبہ ایسے مخمصہ مین پڑے کہ اپنے

مخالف کو غلط فہمی مین ڈالنے پر مجبور ہو سے . بگر ایسی کوئی مثال نظر نہین آتی کہ قوم صدیون مظلوم اور تہ تیغ بوجہ اپنی قومیت کے رہی ہو . لہذا دوسرون کو اس کی ضرورت نہ پڑی کہ اپنے دشمنون کو غلط فہمی مین ڈالکر اونکی ہدایت اور اپنی نجات سے موقعون کا کوئی اصول اور قاعدہ مقرر کرے اصول وقاعدہ شاذ ونادر امرون کیلئے نہین ہوا کرتے لیکن جو امر کہ برابر واقع ہوتا ہے اور ہمیشہ انسان کو اوس معاملہ مین پڑنا پڑتا ہے اوسکے لئے قاعدہ اور اصول قائم کرنیکی ضرورت ہوتی ہے چنانچہ جب انسان نے درندگی اور خونخواری اختیار کرکے خود اپنے جنس کو قتل وغارت کرنے لگا تو النفس بالنفس کا اصول قائم ہوا جب حب مال مین پڑکر سرقہ کی طرف مائل ہوئے تو دست بریدن کی سزا مقرر ہوئی اور درہ زدنی اور سنگساری کی سزا قائم ہوئی جب شہوانیات کی طرف راغب ہوئے تو درہ زدنی اور سنگساری کی سزا قائم ہوئی وغیرہ وغیرہ لہذا جب سلاطین بنی امیہ وعباس نے سادات بنی فاطمہ اور اولاد بنی فاطمہ کو بوجہ اونکے بنی ہاشم ہونیکے اور دوسرون کو بوجہ اونکی رفاقت کے چن چن کر تہ تیغ لو ندیوا اور دن مین چنوانا شروع کیا اور صدیون یہ برتاؤ ان لوگون کے ساتھ جاری رکھا تو بقائے نسل بنی ہاشم اور اونکے تابعین کے لئے ضرور ہوا کہ یہ حضرات اپنی حفاظت کی چارہ جوئی کرین اور اوسکے لئے اصول وقاعدہ مقرر کرین . اور اول اول جو چارہ جوئی کی گئی کہ درگاہ ایزدی مین درخواست کیگئی کہ بنی ہاشم کے پیشانیون سے رگ ہاشمی اور بغلون سے خوشبو زائل کرکے اونکو مثل عوام کے بنادیا جائے تاکہ ان علامات سے پہچان کر اونکو قتل وغارت نہ کیا جائے اور اون کی جان اور بنی ہاشم کی نسل سے دنیا خالی نہ ہو جائے . خداوند عالم نے جیساکہ حضرت عیسی کے ہمشکل ایک یہود کو بناکر حضرت عیسی کی جان بچالی اوسی طور سے بنی ہاشم کی علامتون کو غائب کرکے اون کی پہچان کو محو کردیا . اب دشمنون کی گھات پوچھ کھوج پر موقوف ہوئی اوس کیلئے ان حضرات نے اپنی قومیت کو اور ان کے طرفدارون نے انکی محبت کو چھپانا شروع کیا جیساکہ حضرت شمعون نے حضرت عیسی کی طرف سے اپنا مرسل ہونا چھپایا اور حضرت یوحنا ویونس نے انکی رفاقت کو چھپایا . یا جیساکہ ایک مالدار نے ایک سنگ جنگل کے

راستہ سے گذرنے کے وقت اپنی مالداری کو پوشیدہ رکھا۔ اگر ڈاکو عقلاً مالدار پر اخفا کا الزام لگا سکتا ہے تو بیشک سلاطین بنی امیہ و بنی عباس بنی ہاشم اور اونکے تابعین پر اونکی قومیت کے اخفا کا الزام لگا کر تقیہ کو معیوب بتا سکتے ہین۔ لیکن یہ الزام ویسا ہی ہوگا جیسا کہ اوپر عرض کر چکا ہون کہ ایک برہم کنندۂ شریعت پابند شریعت پر الزام لگا سکتا ہے کہ اونھون نے قتل قطع ید دیت۔ درّہ زنی۔ اسیری اصول قائم کی اور اوسکے لیئے قاعدے بنائے ہین لیکن ایسے لغو اعتراض کی ڈر سے نہ کوئی قتل و قصاص کے قانون کو منسوخ کرنیکی رائے دیگا اور نہ تقیہ کا اصول و قاعدہ قائم کرنے پر بنی امیہ و بنی عباس اور اونکے تابعین کے الزام لگانے کے ڈر سے قانون تقیہ منسوخ ہو سکتا ہے اس الزام کی مثال اوس گذشتہ بکری کی ہوگی جو بدلگام کو الزام دے کہ سوکھی گھاس شیر کی غذا ہونے سے بچ گئی ویسی یہ لوگ کف افسوس ملتے اور لب حسرت کاٹتے ہین کہ اولاد بنی ہاشم اور اونکے رفقا تقیہ کے ذریعہ سے دنیا مین کیون بچ گئے۔ حالانکہ جب خود موقع ملا ہے تو نہ قتل ناحق سے دریغ کیا ہے اور خلاف قاعدہ درّہ لگانے سے باز آئے ہین اور نہ کذب صریح سے پرہیز کیا ہے بلکہ خدا و رسول کی نافرمانی کرنے سے بھی نہین شرمائے چنانچہ رسولخدا مرض الموت مین مبتلا تھے تو حضرت ابوبکر و عمر کو اسامہ کی ماتحتی مین مہم شام پر جانیکا حکم صادر فرمایا تاکہ مدینہ سے دور رہین اور بعد وفات حضرت کا منازعات خلافت مین کچھ فتنہ پیدا کرین۔ لیکن لعنت خدا سننا قبول کیا اور مدینہ نہ چھوڑا جسکے بارہ مین شاہ عبد العزیز دہلوی فرماتے ہین کہ "محبت رسولخدا نے ان اصحاب کو مفارقت کی اجازت نہ دی" لیکن جب رسولخدا کی وفات ہوگئی اور سقیفہ بنی ساعدہ مین خلافت تقسیم ہونے لگی تو رسولخدا کی محبت کو بھلا دیا اور اپنے محبوب کے آخری دیدار و تجہیز و تکفین کو بھی یاد نہ رکھا۔ اور خلافت کی تلاش مین دوڑ گئے۔

جب حضرت ابوبکر خلیفہ ہوئے اور حضرت علیؑ نے اپنا حق ظاہر کیا تو یون بات بنا دی کہ یا علی ہم نہین چاہتے تھے کہ آپ خواہش مند ہین ورنہ مین اس عہدہ کو نہین قبول کرتا۔ اور یہ بتلایا کی کہ جب مسلمانون نے اونکی بیعت کر لی ہے تو حضرت نے بھی قبول فرمائی لیکن جب خود موت کے قریب پہونچے تو اس قول و قرار کو بھلا گئے اور حضرت عمر کو نامزد [illegible]

لکھدیا۔ جب حضرت عمر قتل ہوئے اور حضرت عثمان کو خلافت ملی توچونکہ یہ لوگ ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے تھے اونکے قاتل کی پوچھ کھوج بھی نہ کیا حالانکہ النفس بالنفس قرآن کہتا ہے یہ وہی حضرت ہین کہ جنھون نے ابن مسعود کو خلاف شریعت وقاعدہ اس جرم پر درّہ لگائے کہ اونھون نے اپنے قرآن کو جلانیکے لئے نہ دیا حالانکہ یہ قرآن وہ تھا کہ جسکو اونھون نے رسولخدا ہی کے وقت مین جمع کیا تھا اور نہایت عزیز رکھتے تھے۔ حضرت عثمان ہی نے ابوذر غفاری ایسے جلیل القدر صحابی کو ناحق جلاوطن کیا۔ پھر جب حضرت عثمان قتل ہوئے اور اپنے جرگہ سے خلافت باہر گئی اور حضرت علیؑ ہوئے توکیا ہوا امن وچین جاتا رہا۔ درندگی ظاہر ہوگئی۔ اور حضرت عثمان کے خون بہا کے حیلہ سے اسلامی دنیا مین خلفشار مچادیا۔ اور جب آخر کار حضرت نماز مین شہید ہوئے تو انکھون مین ٹھنڈک پڑی اور اونکے خون بہا کا تلاش کرنیوالا کوئی نہ نکلا۔ حضرت امام حسنؑ کے شہادت کو اپنی خلافت کی استواری سمجھکر خون بہا کا تذکرہ بھی نہ کیا۔ بعدہ بربلا دن دھاڑے حسینؑ کو مع بائیس عزیز اور پچاس رفقا جن کا مثل ونظیر دنیا مین نہ تھا ذبح کرڈالا اور باوجود بار بار سوال کے کہ ہملوگون کو کس جرم پر قتل کرتے ہو کیا شریعت محمدیؐ کو بدلدیا ہے۔ کیا حرام کو حلال کردیا ہے۔ کیا کسی کو قتل ناحق کیا ہے جسکے عوض مین ہمکو قتل کرتے ہو لیکن کوئی جرم غریبون کا نہ بتلایا گیا اور بیگناہ بیکس وبیچارہ کرکے شہید کرڈالا۔ اور عوض خون بہا طلب کرنیکے لاشون کے ساتھ بے ادبی کے مرتکب ہوئے پھر کیا تھا اونکے اولاد واتباع کی بیخکنی پر زمانہ امنڈ پڑا۔ کوئی درندہ اور خونخوار جانور کسی وحش وطیور کے درپے اس طرح نہین ہوتا جیسا کہ بنی امیہ وبنی عباس انکے درپے ہوئے لہذا انکے ہادیون کو ضرور ہوا کہ قانون تقیہ کا اصول وقاعدہ قائم کرین۔ جسکے ذریعہ سے وہ اپنی جان کی حفاظت کرین اور افراط وتفریط مین پڑکر کذب صریح اور فریب سے محفوظ رہین جیسا کہ اہل خلاف مبتلا ہوئے چنانچہ بنی امیہ وبنی عباس کے تابعین کو اپنے پیشوایان کا طرز عمل بے ردیف وقافیہ دیکھکر کسی طور سے کوئی اصول قائم کرنا محال معلوم ہوا۔ اور یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ جو کام اونکے لئے نفع بخش ہو وہ تو صحیح باقی غلط یا یون سمجھئے کہ جسکی لاٹھی اوسکی بھینس۔ ملاحظہ فرمایئے کہ سقیفہ مین کیسا

اجماع تھا صرف چند قریش اور انصار تھے بنی ہاشم بالکل غائب اوس اجماع کی خلاف ورزی کو بغاوت کہکر خاندان کے خاندان کو تہ تیغ کر ڈالا بلکہ قبیلہ کے قبیلہ کو۔ لیکن جب اوس سے زیادہ اجماع جس مین حجاز۔ یمن۔ شام۔ مصر وغیرہ کے مسلمان شریک تھے اور بنی ہاشم کی شرکت بھی بتلائی جاتی تو اس اجماع کے حکم کو جس سے حضرت عثمان قتل ہوئے غلط کہدیا اور اوس مجمع کو باغی۔ اور اس اجماع کے حکم کے جاری کرنیوالونپر قصاص قائم کرنیکی کوشش کی گئی۔ اور اب اس سے بھی زیادہ تر بڑے اجماع مین حضرت علیؑ کو خلیفہ مقرر کیا تو اوس سے عدول کر گئے۔ اوسکے بعد امام حسینؑ کو شہید کیا اور اونپر درود بھیجتے ہین اور امام کہتے ہین منصور حلاج کو قابل قتل سمجھکر دار پر کھینچتے ہین اور پھر ولی کہتے ہین۔ غرض یہ سیدھی اولٹی منطق اونکو کہان لیجائیگی اس کا خدا ہی حافظ ہے۔ لیکن شکر ہے اور ہزار شکر کہ ہمارے پیشوایان نے کوئی ایسا فعل نہین کیا جس کے سامنے ہمکو غلطان پیچان ہونا پڑے اور صرف اپنے فعل ہی پر اکتفا نہین کیا بلکہ ہمارے لئے اصول مستحکم قائم فرما دیا۔ اسمین شک نہین کہ تقیہ اور دروغ دونون خلاف واقع امر کو ظاہر کرتے ہین لیکن دروغ اوسکو کہتے ہین جو خلاف واقع بیان جلب نفع خصوصاً نفع ناحق۔ یا اپنے مخاطب کو نقصان رسانی کیلئے ہو۔ اور تقیہ اوس خلاف واقع بیان و اظہار کو کہتے ہین جس کا منشا احقاق حق۔ اور امتناع ظلم و ہدایت ہو۔ جیسا کہ قبل کی تقریر مین بیان کیا گیا۔ اور جس کا ثبوت خود قرآن پاک مین موجود ہے۔

لا یتخذ المومنون الکافرون اولیاء من دون المومنین ومن یفعل ذلک فلیس من اللہ فی شیء الا ان تتقوا منہم تقۃ ویحذرکم اللہ نفسہ والی المصیر یعنی مومنین مومنین کو چھوڑکر کافرون کو اپنا سرپرست نہ بنائین اور جو ایسا کریگا تو خدا سے کچھ سروکار نہین۔ مگر اس قسم کی تدبیرون سے کسی طرح ان کے شر سے بچنا چاہو تو خیر۔ اور خدا تمکو اپنے ہی سے ڈراتا ہے اور خدا ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ پھر دوسری جگہ قرآن مین آیا ہے من کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان ولکن من شرح بالکفر صدرا فعلیہم غضب من اللہ

ولہم عذاب عظیم ٥ یعنی اور جسنے بعد ایمان لانیکے کفر کا کلمہ خوشی خوشی سینہ کھولکر کہا اونہین کے اوپر اللہ کا غضب ہے اور اونکے لئے بڑا سخت عذاب ہے. باستثنا اون لوگ کے جو مجبور کئے جائین ایسا کرنے پر اور دل اون کا ایمان کی طرف سے مطمئن ہو.

اس آیہ وافی ہدایہ مین حضرت عمار یاسر کے قصہ کی طرف اشارہ ہے اور وہ یہ ہے کہ کفار نے عمار اور اونکے ماں باپ کو گرفتار کر لیا اور کلمات کفر کہنے پر مجبور کیا یہانتک کہ اونکے ماں باپ کو قتل کر ڈالا اوسکے بعد حضرت عمار کو مارنا شروع کیا. عمار جب قریب بہ ہلاکت پہونچے تو جو کلمہ وہ کہلوانا چاہتے تھے کہدیا. لوگون نے جناب رسولخدا سے کہا کہ عمار کافر ہو گئے اور حضرت عمار روتے ہوئے آپکے پاس پہونچے آپنے کہا عمار کے گوشت پوست مین ایمان پیوست ہو گیا ہے اور آپنے خود عمار کے آنسو پونچھے اور فرمایا عمار تم مطمئن رہو اگر وہ لوگ پھر وہ کلمہ کہلوائین تو کہدو.

خوشا بحال اوس فرقہ کا جنکی سیکڑون بلکہ ہزارون اور لاکھون فرد اپنے دشمنون کے خوف سے تقیہ کے اصول پر عمل کر کے حضرت عمار کی مصداق ہی. اور اسکی مستحق ہوئی کہ بخوف ظلم و ستم اپنے ایمان کے اخفا کی وجہ سے شرمائے ہوئے رسولخدا کے سامنے حاضر ہونگے اور رسولخدا اونکی دلجوئی کرینگے اور اونکے چہرہ پر دست شفقت پھیرینگے. اور اونکو ایمان کی بشارت دینگے.

کہان ہین تقیہ سے انکار کرنیوالے کیا وہ ایک فرد بھی اپنے گروہ سے عمار یاسر کی شان مین پیش کر سکتے ہین. اس کا جواب تو بس خسر الدنیا والآخرۃ کے سوا اور کیا ہے لیکن کچھ دلیلی کرنیکے لئے کہہ سکتے ہین کہ غلط فہمی پیدا کرنا کہین ثواب اور کہین عذاب نہین ہو سکتا یا تو ثواب ہی ہوگا یا عذاب مین اسکے جواب مین یہ پوچھونگا کہ کیا انسان خون بہانا عذاب ہے یا ثواب. اوس کا جواب یہی ہوگا کہ اگر باقاعدہ جہاد مین یہ خون بہا مین کسی کا خون بہایا گیا ہو تو ثواب ہے اور اگر خون ناحق ہے تو عذاب ہے اسی طرح جتنے قصاص ہین اگر وہ باقاعدہ جاری کئے جائین تو وہ ثواب ہونگے ورنہ عذاب. اسی طرح تقیہ ثابت کرنا ہے کہ اگر باقاعدہ ہے تو ثواب اور سنت رسول ہے اور اگر بیقاعدہ ہے تو ناجائز گناہ و عذاب ہے اسی طرح ہوگا [illegible]

اور مردار کا کھانا ہے کہ اگر باقاعدہ ہے یعنی حالت اضطرار مین کوئی کھالے اور اسنے کو ہلاکت
بچا لے تو ثواب ہے اور اگر بلاضرورت اوسکی طرف رغبت کرے تو حرام ہے جیسا کہ خداوند
عالم قرآن پاک مین ارشاد فرماتا ہے انما حرم علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما
اہل لغیر اللہ فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ ان اللہ غفور رحیم
(یعنی اوسنے تو تمپر بس مردہ جانور اور خون اور سوّر کا گوشت اور وہ جانور جسپر وقت ذبح خدا کے
سوا کسی کا نام لیا گیا ہو حرام کیا ہے پس جو شخص مجبور ہوئے اور سرکشی و زیادتی کرنیوالا ہو اور
ان مین سے کوئی چیز کھالے) تو اوسپر گناہ نہین ہے بیشک اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔
اسی طور سے بیان اور اظہار خلاف واقعہ ہے کہ اگر کوئی شخص بغرض جلب نفع یا نقصان
رسانی یا بہ ارادہ ظلم اس کا مرتکب ہو تو کاذب کہلائیگا اور مصداق لعنۃ اللہ علی الکاذبین
کا ہوگا۔ اور اگر کوئی حالت اضطرار مین احقاق حق اور امتناع ظلم اور ہدایت کیلئے عمل مین
لائے تو تقیہ کہلائیگا اور برتنے والا اس کا مثل عمار کے اس بشارت کا مستحق ہوگا کہ رسولخدا
گواہی دین کہ اسکے رگ و پے مین ایمان بھرا ہوا ہے۔ فللہ الحمد
الحاصل تقیہ کو مرادف کذب وہی لوگ کہہ سکتے ہین جو قتل فی الجہاد اور قتل بالقصاص
کو قتل عمد یا خون ناحق کا مرادف قرار دینگے اور قصاص کو ظلم۔ اور نقد [illegible] دیکھ لوینگے
ایک طالب حق

اللھم صل علی محمد وال محمد

دفع المغالطہ (نمبر ۱)

عنوان بالا ایسا مشہور ہے و معروف ہے کہ ہر ایک مومن کی قلب پر منقوش ہے صلواۃ پڑھنے
کا طریقہ یہی ہے۔ کتب ادعیہ عموماً اس سے مزین ہین۔ زبور آل محمد و انجیل اہلبیت (صحیفہ کاملہ)
مین اسی طرح مرقوم ہے علماء کاملین۔ فقہائے متقدمین کی کتب مین بھی اسی طرح سے منقول ہے
اور مسلمانون کے ورد زبان یہی کلمات ہین۔ اور سینکڑون سال گزر گئے۔ اسی پر عملدرآمد
چلا آتا ہے۔ کسی ملک مین جائیے یہی سنائی دیگا عتبات عالیات جہان سے مذہب حقہ
اثنا عشریہ کی اشاعت ہوئی آئی ہے۔ وہان بھی یہی جاری ہے۔

لیکن

خطۂ پنجاب جو بدقسمتی سے مذاہب جدیدہ کی کان ہے۔ کچھ عرصہ ہوا اسمین ایک جدید محقق شاہ پوری پیدا ہوئے تھے۔ انھون نے ارشاد فرمایا۔ کہ آل محمدؐ مین ”علیؑ“ شامل نہین ہین لہذا اس کی ترمیم کر کے اپنے مریدون کے کان مین پھونکدیا کہ اس طرح کہا کرو۔ اللھم صل علی محمد و علی والہما“

چونکہ آپکے مرید جاہل اور دیہاتی ہین شین قاف تک بھی درست نہین۔ اسلئے صحیح کلمات زبان پر جاری نہین ہوتے۔ ”ھما“ کا تلفظ انکے لئے ٹیڑھی کھیر ہے جوش مین بے تحاشا چیخ اوٹھتے ہین ”ہے ھان“!! واہ وا سبحان اللہ۔ چہ خوش۔

محقق صاحب کی تحقیق انیق قدر دانی کے لایق ہے۔ اور اوسکے قدردان ہمارے گاؤن کے گھمار۔ فقیر۔ موچی۔ سقے اور چند سادہ لوح راجپوت جنکو حروف تہجی بھی صحیح یاد نہین۔ پیدا ہو گئے۔ محقق صاحب تو ”رب حسرات فی القبرات“ کے مصداق ہو گئے لیکن آپکی ذریات وہی مرغ کی ایک ٹانگ کہے جاتے ہین! ہم نے انکے مسائل مخترعہ کی فہرست لکھکر اپنے علمائے اعلام (کثر ہم اللہ امثالہم) کے فتاوی طلب کئے تھے اُن حضرات نے کفر و ارتداد محقق صاحب کا ثابت کیا۔ جسکی نقل اخبارات وغیرہ مین شایع کر دی تھی۔ اخبار اثنا عشری۔ رسالہ اصلاح۔ رسالہ البرہان مین تفصیل مسائل مخترعہ مع فتاوی موجود ہے۔ مومنین کے اصرار سے ہمنے مولوی سید محمد سبطین صاحب پروفیسر مہندر کالج و ایڈیٹر رسالہ البرہان کو یہان مدعو کیا تھا۔ انھون نے براہ درد دین شدت گرما مین زحمت فرمائی اور جم غفیر کے مورچہ مین مناظرہ کیا۔ مولانا ممدوح نے محقق صاحب کا ناطقہ بند کیا کہ جسکا حال مختصر اخبار عشری مین چھپا تھا۔ تمام حاضرین جلسہ ہندو۔ مسلمان۔ سکھ نے بالاتفاق محقق صاحب کی نسبت رائے ظاہر کی کہ ڈھول مین پول ہے۔

قبل اسکے کہ صلوۃ کے متعلق چند الفاظ معرض تحریر مین آئین۔ ائمہ معصومین علیہ السلام کی چند احادیث کا بیان کرنا ضروری ہے۔ جس سے مقلد اور تقلید پر کافی روشنی پڑتی ہے یعنی مسائل دین کسی عالم و فقیہ سے پوچھنا چاہیئے فرماتے ہین۔

(ا) عالم دین نہین ہوسکتا۔ جبتک اس امر سے بے پرواہ نہو۔ کہ کیسا کپڑا پہنے ہوئے ہے اعلیٰ ہے یا ذلیل و خسیس پرانا ہے یا پھٹا ہوا۔ اور اسکی کوئی فکر نہو۔ کہ کس چیز سے پیٹ بھرتا ہے۔ سوکھی روٹی یا آرد جو سے!!!

(ب) عالم دین وہ ہے۔ جو زاہد فی الدنیا طالب آخرۃ۔ پابند طریقہ رسول ہو۔

(ج) عالم دین وہ ہے جو صاحب سکینہ و وقار۔ منکسر۔ قانع۔ خلائق سے بے پرواہ جتنا ملجائے اتنی ہی مین خوش۔ خلق سے کنارہ کش۔ تمام امور دنیا سے بے غم۔ تارک شہوات۔ آزاد دنیا چھوڑکر تمام شرور سے محفوظ و محترز۔ تارک حسد۔

(د) عالم دین وہ ہے جو صائناً لنفسہ و حافظاً لدینہ۔ و مخالفا لہواہ و تابع امر مولاہ وغیرہ صفلت سے موصوف ہو۔

ائمہ طاہرینؑ نے کسوٹی بتلادی ہے۔ کھرے۔ کھوٹے کا پرکھنا مقلد کا کام ہے" ورنہ پیر ما خس است۔ اعتقاد ما بس است" تو مثل مشہور ہی ہے

اب ہم محقق صاحب کے ارشاد کے بارہ مین کچھ عرض کرتے ہین۔ کہ کیا آل محمد مین امیرالمومنین علی بن ابی طالب داخل نہین ہین۔ بلا شک و شبہہ داخل ہین۔ ذرا انصاف سے غور فرمایئے۔

(۱) جب آیہ مبارکہ یا ایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما نازل ہوا تو لوگون نے پوچھا یا رسول اللہ ہم کس طرح آپ پر درود بھیجین۔ فرمایا کہ کہو۔ اللھم صل علی محمد وال محمد کما صلیت علی ابراھیم و ال ابراھیم انک حمید مجید و بارک علی محمد وال محمد کما بارکت علی ابراھیم و ال ابراھیم انک حمید مجید۔

(۲) حضرت امام رضا نے مجلس مامون مین فرمایا۔ کہ ضرور سب جانتے ہین کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ تو کسی نے پوچھا۔ یا رسول اللہ سلام کو تو ہمنے جانا۔ پس کیونکر ہے صلوات آپکے اوپر فرمایا۔ کہ کہو تم یا اللہ صل علی محمد وال محمد انکے پوچھا کیا ہمین [illegible] سے سب نے کہا نہین۔ مامون نے کہا کہ [illegible] آپ [illegible] اس [illegible] آپ [illegible]

سے کون شخص مراد ہے؟ علماء نے کہا۔ کہ "یٰسین" جناب محمد مصطفےٰ صلعم کا اسم مبارک ہے۔ اسمین کسیکو شک نہین ہے۔ فرمایا کہ خدا نے محمدؐ وآل محمدؐ کو اس سے ایک بزرگی دی ہے کہ اسکے وصف کو کوئی نہین پاسکتا ہے۔ مگر وہ شخص جسکو خدا نے عقل دی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ خدائے تعالیٰ نے سوائے انبیاءؑ کے کسی پر نہین بھیجا ہے پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سلامٌ علیٰ نوحٍ فی العالمین۔ فرمایا کہ "سلام علیٰ ابراھیم سلام علیٰ موسیٰ وھارون" اور انکی آل پر نہین بھیجا۔ بلکہ فرمایا سلامٌ علیٰ ال یسین" یعنی آل محمدؐ (اہلبیتؑ)۔

(۳) اور علمائے عامہ نے بھی اسی کی تائید کی ہے۔ چنانچہ سفیان ثوری نے روایت کی ہے منصور سے اور اسنے مجاہد سے کہ عبداللہ بن عباس نے فرمایا ہے کہ لغت سریانی مین یاسین انسان کو کہتے ہین۔ اور مراد انسان سے حضرت رسولخداؐ ہین اور آل یسین اہلبیت ہین۔ نیز مسیب بن نافع نے روایت کی ہے۔ کہ امام صادقؑ نے فرمایا ہے کہ جناب علی مرتضیٰ سے سوال کیا گیا تھا۔ اسی آیت کے معنی سے۔ فرمایا کہ "یسین" محمدؐ ہے اور ہم آل یسین ہین!

(۴) جمیع اخبار واحادیث مین ما آل محمدؐ آل طٰہٰ۔ آل یسین۔ آل رسول۔ آل نبی۔ آل عبا سے مراد اہلبیت علیہم السّلام ہین۔ کیونکہ آل واہل ایک ہی بات ہے۔

(۵) جناب سرکار میرزا ابوالفضل الطہرانی جو ایک نامور فاضل۔ فقیہ۔ حدیث۔ متکلم۔ بے نظیر ادیب یگانہ "محقق زمانہ اس صدی مین گزرے ہین انھون نے لفظ "آل" کے متعلق جو تحریر فرمایا ہے۔ اسکو تبرکاً بجنسہ انکے الفاظ مین یہان پر درج کرتے ہین

(فائدہ) اشتقاق "آل" از اول است۔ وجماعتی را کہ آل کسی گویند بجہت اول الشان است۔ بآنکس۔ واَول برسہ وجہ است۔

(۱) آول جسمانی کہ عبارت از قرابت صوری و تولد بدنی است۔

(۲) اَول روحانی کہ عبارت از تعلم علوم وکسب فضائل وتخلق باخلاق کسی باشد۔

(۳) اَول نورانی کہ عبارت از اتحاد نور و وحدت سنخ ذات باشد۔ کہ اشرف انحاء اول است وآل حقیقی پیغمبر آنکسانند کہ متحقق بہر سہ قسم اول باشند وبعد از سیر وتقسیم تمام استقراء

کامل کمال این صفات وتمامیت این جہات را جز در ائمہ اثنی عشر و فاطمہ علیہم السلام ندیدم اما انتساب صوری و تولد ظاہری کہ معلوم است۔

اما جہت ثانیہ کہ بحدیث "انا مدینۃ العلم و علی بابہا" ثابت است

واما حیثیت ثالثہ از حدیث شریف کنت انا و علی نوراً و کریمہ ذریۃ بعضہا من بعض مشہود ارباب انصاف میشود و بعضی اہلسنت کہ مطلق قرابت یا عموم امت را آل دانستہ اند از جادہ انصاف بیرون رفتہ اند۔ ولیس اول قارورۃ کسرت فی الاسلام۔

و در عیون اخبار الرضا بابی عقد کردہ از برائے نقل کلام سعادت فرجام حضرت امام رضا علیہ السلام در مجلس مامون با علماء عامہ در تفرقہ بین آل و امت و آن باب بست وسوم ازان کتاب است و بجہت طول اوبا طالبان را محول بمراجعہ ہمان کتاب مستطاب میکنیم۔

ولی باہمہ عصبیت و عناد فخر رازی در تفسیر کبیر کلامی دارد۔ کہ قریب بانصاف است میگوید آل محمد" آنانند۔ کہ امر شان اٰئل باو میشود۔ پس ہر کہ اول امرش باو اشد و اکمل باشد آل او باشد۔ و شک نیست کہ تعلق بین علی و فاطمہ و حسن و حسین و بین رسول اللہ صلعم اشد تعلقات بود۔ و این مطلب معلوم است بنقل تواتر۔ پس واجب شد۔ کہ آنہا آل باشند وایضاً اختلاف کردہ اند در معنی آل بعضے گفتہ اند اقارب اویند و قومی گفتند امت اویند۔ با اگر بگوئیم قرابت اویند پس ایشانند آل و اگر بگوئیم امتی ہستند کہ قبول دعوت کردند۔ باز ایشان آل ہستند۔ پس بہر تقدیر ایشان آل ہستند اما جز ایشان محل اختلاف است۔ و معلوم نیست تمام شد کلام فخر رازی۔

و با ہمین تقریب این حکم را در بقیہ ائمہ اثنا عشر علیہم السلام مطرد میکنیم۔

بیان بالا سے روشن و واضح ہو گیا کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام سب سے اول۔ اور ہر سہ اول کی جہت سے سب سے مقدم داخل آل ہیں۔ باقی حضرات علیہم السلام انکے بعد داخل و شامل آل محمد ہیں۔ پس محقق شاہپوری کی ایجاد۔ ایجاد بندہ ہے۔ اور غلط محض ہے جو کلام الٰہی و لغت عرب۔ اخبار و احادیث اہلبیت۔ اور عربی لٹریچر وغیرہ سے ناواقفیت اور کم علمی کی جہت سے ناشی ہوا ہے۔ جس شخص کو شعرائے عرب کے کلام پر جو مدح ائمہ علیہم السلام

ہین) عبور حاصل ہے۔ اور ائمہ علیہم السّلام کی حضور مین مراثی وقصائد کا پڑھنا معلوم ہوگا اور شعراء حضرات علیہم السّلام کو "آل محمدؐ" کے خطاب مستطاب سے مخاطب کرتے تھے وہ ایسے بے سروپا لغو باتون پر کیونکر کان دھر سکتا ہے۔

(۴) سلطان محمد خدابندہ ملقب بہ الجائتو نے (فرغندہ) ایک دن جامع سلطانیہ مین مجلس وعظ کی شرکت فرمائی۔ واعظ فضیلت صلوٰۃ بیان کر رہے تھے۔ سلطان نے ان سے پوچھا کہ انبیا علیہم السّلام کے اسمائے گرامی کے بعد انکی آل کا ذکر کیون نہین ہوتا۔ حالانکہ حضرت رسولخدا کی آل کا ذکر ہوتا ہے۔ واعظ نے اسکا جواب باصواب نہ دیا۔ بعد اسکے خود سلطان نے بیان کیا۔ اور اسکا جواب معقول دیا۔ یعنی وجہ یہ ہے کہ چونکہ دشمنان دین نے حضرت رسولخدا کو "ابتر" کہا تھا۔ اسلئے خداوند سبحان نے انکو منقطع النسل کیا۔ لیکن آل رسول یوماً فیوماً کثرت و زیادتی مین ہے۔

وجہ دیگر یہ ہے۔ کہ اور ملل و مذاہب منسوخ ہو گئے۔ لیکن شریعت غرا و ملت بیضا اسلام کیلئے نسخ و زوال نہین ہے۔ پس اس مذہب کا حافظ و نگہبان لازمی تھا۔ کہ جو مطلع جمیع کلیات و جزئیات ہو۔ اور بوقت ضرورت و احتیاج لوگ اسکی طرف راجع ہون۔ اور وہ حافظ سر شریعت عترت نبویہ و آل اطہار سے ہے۔ و نعم ما قیل ؎

بآل محمد عرف الصّواب | وفی ابیاتہم نزل الکتاب
وہم حجج اللہ علی البرایا | بہم و بجدہم لا یستراب

اگر در خانہ کس است۔ حرفی بس است (باقی پھر سہی)

راقم غلام علی خان۔ ماہ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ

اصلاح۔ مولوی تصدق حسین شاہجہانپوری کو تو سب جانتے ہین وہ جاہل تھے مگر اسکو کیا کیجئے گا صلوٰۃ محمدؐ و آل محمد مین شروع ہی سے یہ رخنہ پڑ رہا ہے حضرت صفیہ عمہ رسول کا ایک لڑکا مرتا ہے اور خلیفہ دوم طعنہ دیتے ہین کہ تمکو قرابت محمدؐ نے کیا نفع دیا۔ یہ تو حال تھا عہد رسول کا اور بعد انتقال کا حال معلوم ہے کہ مہاجرین و انصار نے بیعت سے خلافت بکری کے مخالف ہین مگر دوجلا جناب زوجۂ رسول کا عبداللہ بن زبیر صرف اس غرض سے کہ آل رسول کو تکلیف پہونچے

آنحضرت پر درود وسلام چھوڑ دیتے ہین اور خلیفہ ہین ۔

یہ سب تو اوسوقت کا قصہ ہے جبکہ خلافت کی امید وبیم تھی ۔ آج کیا ہے جو مولوی ثناءاللہ ہون یا مرزا قادیانی صلی اللہ علی محمد وآلہ نہین کہتے حالانکہ صحیح بخاری کی حدیث دکھائی گئی ۔ مگر جو عداوت اہلبیت طاہرین انکے دل مین جاگزین ہے وہ کسی طرح کم نہین ہوتی اور یہی وجہ ہے کہ اتحاد واتفاق کی برکت مسلمانون سے سلب ہوگئی خلافت پر رو رہے ہین مگر کہان ملتی ہے ۔ اہلبیت کی حق تلفی کا یہی نتیجہ ہے ۔

برکت تنقید بخاری

اگرچہ قوم نے اسکی قدردانی نہ کی جس سے جلد پنجم ابھی تک ناتمام ہی صرف ۹۶ صفحہ تک چھپکر آگے کا سلسلہ بند ہی مگر درگاہ جناب احدیت مین اسکی خدمتین ایسی مقبول ہوئین کہ خود اہلسنت مین بہت سی افراد ایسی نکل رہی ہین جو اب صحیح بخاری کو وہی درجہ دیرہے ہین جو معمولی کتب حدیث کو حاصل ہی حالانکہ اصح الکتب بعد کتاب الباری صحیح بخاری کا نعرہ بڑے زورون مین اوڑایا جاتا تھا ۔

حال مین ایک مضمون مولوی عمر کریم صاحب رئیس سنگی مسجد پٹنہ اخبار الفقیہ امرتسر مین شایع ہوا جو نہایت دلچسپ ہے کیونکہ نہ قصہ خلافت سے اسکو تعلق ہی نہ قصہ فدک سے جسکے دیکھنے مین کسی کو تامل ہو ملاحظہ الفقیہ نمبر جلد ۱۴ مورخہ ۱۱ ۔ ۲۶ شعبان ۱۳۴۹ھ

بخاری کی ایک حدیث پر صاحب فتح الباری کا اعتراض

چونکہ مصنف فتح الباری شرح صحیح بخاری اور امام بخاری دونون مقلد شافعی المذہب تھے ۔ اور کتاب بخاری بھی شافعی طرز نقال کی احادیث کی ایک کتاب ہی ۔ اسواسطے انھون نے شرح مذکور مین بخاری کی ہر گرتی ہوئی بات کو بنانے اور ہر غلطی اور لغزشون کو امام بخاری کے موقع بے موقع درست کرنیکا بیڑا اٹھالیا ہی اور اس مادہ مین جان توڑ کوشش اور پوری وکالت اپنی صرف کی ہی لیکن باوجود اسکے بھی چونکہ وہ ایک بڑے شخص اور محقق آدمی تھے ۔ اور اس زمانہ کے لوگون کی طرح بخاری پرست نہ تھے اسواسطے بعض موقع مین اون کو بھی بخاری کی غلطی کا اقرار کرنا پڑا ہے چنانچہ ذیل مین ہم ایک حدیث بخاری کی اور اوس پر صاحب فتح الباری کا اعتراض نقل کرتے ہین ۔ جس سے ناظرین کو ہمارے بیان کی تصدیق

ہوجائیگی اور وہ یہ ہے ۔

باب الاذان بعد الفجر مین عبداللہ بن عمر سے مروی ہی اخبرتنی حفصة ان رسول اللہ
کان اذا اعتکف المؤذن للصبح وبدا الصبح الخ (بخاری مطبوعہ احمدی ص ۸۷ سطر اول)

اس حدیث مین لفظ اعتکف محل اعتراض ہے بخاری کے تمام رواہ اس کو اسی طرح روایت کرتے ہین برخلاف اسکے امام مالک وغیرہ نے اس فقرہ کو اس طرح روایت کیا ہی اذا سکت المؤذن من اذان صلوة الصبح ۔ ظاہر ہی کہ اس حدیث کے مضمون سے اعتکف کے لفظ کو کوئی مناسبت نہین ۔ سکت کا لفظ جو امام مالک وغیرہ کی روایت مین ہی وہی ٹھیک ہی اور اسی اعتکف کے لفظ پر صاحب فتح الباری کا اعتراض ہی جسکو ہم ذیل مین تحریر کرتے ہین ۔

(قوله اذا اعتکف المؤذن للصبح) هکذا وقع عند جمهور رواة البخاری وفیه نظر وقد استشکله کثیر من العلماء ووجهه بعضهم کما سیاتی والحدیث فی الموطا عند جمیع رواته بلفظ کان اذا سکت المؤذن من الاذان لصلوة الصبح وکذا رواه مسلم وغیره وهو الصواب (فتح الباری ص ۳۴۵ پ ۳)

یعنی اسکو بخاری کے رواۃ سب اسی طرح روایت کرتے ہین اور اس مین نظر ہے اور بہت علماء نے اسکو غلط ٹھہرایا اور بعض نے اسکی توجیہ کی ہے اور موطا کے سب راوی اور مسلم وغیرہ لفظ اذا سکت المؤذن من الاذان لصلوة الصبح روایت کرتے ہین اور یہی ٹھیک ہی ۔

ناظرین یہ عبارت ہی اوس کتاب کی جسکو وجہ بعد کتاب اللہ کے اصحیت کا دیا جاتا ہی اور یہ حدیث ہے علی شرط البخاری کی کہ جسکا ڈنکا پیٹا جاتا ہے ۔ اور یہ قابلیت علمی ہی امام المحدثین صاحب کی کہ جنکو حدیث کے الفاظ کے معنی سمجھنے کی بھی لیاقت نہین جو لفظ ملا اسکو آنکھ بند کرکے داخل حدیث کردیا معنی رکھتا ہو یا نہ ۔ کس واسطے کہ راوی اون کے نزدیک معتبر اور ثقہ ہین ۔ جو لوگ کہ امام ابو حنیفہ کے بعض استادون اور شاگردون کا صحیح نقشہ نکالتے ہین وہ لوگ اگر اسکے عوض ہماری ان تحریرات کا جواب دین تو اون کے واسطے زیادہ مفید ہوگا ۔

اصلاح ۔ مولوی عمر کریم صاحب کی غرض چونکہ صرف اسیقدر ہی کہ بخاری کی تقلید ثابت کرین اسلئے اس عبارت پر اختصار کیا ورنہ فتح الباری سے تو لفظ لفظ پر اعتراض نظر آتا ہے

قولہ باب الاذان بعد الفجر قال الزین بن المنیر قدم المصنف ترجمۃ الاذان بعد الفجر علی ترجمۃ الاذان قبل الفجر فخالف الترتیب الوجودی لان الاصل فی الشرع ان لا یوذن الا بعد دخول الوقت فقدم ترجمۃ الاصل علی ما ندر عنہ صفحہ ۲۴۵

یعنی زین بن منیر کہتے ہین کہ بخاری نے اذان بعد الفجر کا باب پہلے باندھا اور قبل الفجر کا باب اسکے بعد جو ترتیب وجودی کے بالکل خلاف ہے کیونکہ اصل شرع مین یہی ہے کہ اذان بعد دخول وقت دیجائے تو بخاری نے جو اس ترتیب کو اولٹا تو اشارہ ہے ماندر عنہ کی طرف۔

ابن بطال نے اس اعتراض کی طرف یون اشارہ کیا ہے کہ ائمہ کے یہان آمین اختلاف نہین ہے مگر آمین ضرور اختلاف ہے کہ قبل فجر جائز ہے یا نہین خود ابن حجر کہتے ہین کہ ہم سمجھے ہین بخاری نے ایسا اسلئے کیا کہ معلوم ہو قبل فجر جو اذان دیجاتی ہے اوسکی غرض وہ نہین ہوتی جو بعد کو دیجاتی ہے۔

اب بتائے بخاری کی طرفداری مین ایسی ایسی حرفتین کی جاتی ہین کہ نماز پڑہنے والا ہی بعد اختیار ہنس دی تو خلافت مین کیا کچھ نہ دہینگا مشتی کی ہوگی۔

جس غلطی کو مولوی عمر کریم صاحب نے دکھایا ہے اوسکے بعد ابن حجر بہت سی تحریف علماء اہلحدیث کو لکھتی ہین والحق ان لفظ اعتکف محرف من لفظ سکت۔ لفظ اعتکف جو یہان لکھا گیا ہے تو محرف ہے اور اصل مین سکت تھا تعجب ہے کہ مولوی عمر کریم صاحب نے اس جملہ کو چھوڑ دیا۔

علماء اہلحدیث نے یہ بھی بتادیا کہ یہ تحریف بعد کی نہین ہے بلکہ خود استاد بخاری کی ہے وقد اطلق جماعۃ من الحفاظ القول بان الوھم فیہ من عبد اللہ بن یوسف شیخ بخاری دیکھئے اس مضمون کو بھی دیکھکر اڈیٹر اہلحدیث مین کچھ غیرت آتی ہے یا نہین کیونکہ یہ اعتراض کسی شیعہ کا نہین ہے جسپر تبرا باز کا اطلاق ہوتا ہے۔ بلکہ یہ اعتراض مولوی عمر کریم صاحب جنکے سنی حنفی ہونے مین تو اہلحدیث کو عذر نہوگا کیونکہ اکثر ملاقات بھی ہو چکی ہے۔

مناظرہ شیعہ و سنی منعقدہ قصبہ کمبریان ضلع ہوشیارپور

اول اول اسکی ابتدا یون ہوئی کہ ایک شخص چراغ شاہ نامی سنی نے جو حافظ جماعت علی کا شاگرد ہے) اس جگہ موضع سنگووال علاقہ قصبہ کمبریان!

مین اس مطلب کا وعظ کہنا شروع کیا کہ شیعون کے ساتھ بیٹھنا اُٹھنا کھانا پینا وغیرہ وغیرہ منع ہے بلکہ یہان تک کہدیا کہ جو درخت شیعون کا لگایا ہوا ہو اُسکے سایہ مین بھی نہ بیٹھنا چاہیئے۔ ان کا حقہ پانی بند کر دینا چاہیئے بالمختصر یہ کہ کفر کا فتویٰ جڑ دیا اور ساتھ ہی سنی بھائیون نے عمل کرنا بھی شروع کر دیا جس سے شیعہ بیچارے سخت تکلیف مین پڑ گئے اور ساتھ ہی بینا چراغ شاہ نے علی الاعلان یہ کہنا شروع کیا کہ شیعہ مناظرہ کر لین۔ لیکن شیعون نے بلحاظ نزاکت زمانہ خاموشی اختیار کی اسپر چراغ شاہ نے یہ کہنا شروع کیا کہ شیعون مین عالم ہی کوئی نہین ہے بلکہ حافظ قرآن کا تو نام ہی نہین آخر تنگ آمد بجنگ آمد جب شیعون کا ان سنیون نے بتحریک نا چراغ ناک مین دم کر دیا تو یہ بھی مناظرہ کیلئے تیار ہو گئے چنانچہ شرائط نامے طرفین سے تحریر کئے گئے شیعون کی طرف سے جناب السید پیر احمد شاہ صاحب اور سنیون کی طرف سے اُسی چراغ الدین (یہ لکھتے خبر لگی کہ آپ چراغ شاہ نے اپنا نام چراغ دین لکھا ہے) نے دستخط ثبت کئے حفظ امن کیلئے فریقین نے درخواست گذار دی ۲ و ۳ مئی کو تاریخ مناظرہ مقرر ہوئی لیکن سنیون نے چند ہندوؤن کی آڑ مین صاحب ڈپٹی کمشنر کو تارین وغیرہ دلوا کر بتعلیم ثلاثہ مناظرہ سے فرار کرنیکی بجاویز سوچین مگر شیعہ کب چھوڑنیوالے تھے آخر پھر باتفاق فریقین مکمل تیاری ہو گئی اور شیعون کی طرف سے مولٰنا حکیم السید احمد شاہ صاحب راولپنڈی اور جناب السید ڈاکٹر اکبر شاہ صاحب گجرات اور احسن المناظرین مولٰنا ابو الصفا جناب مرزا احمد علی صاحب فاضل امرتسری اور فخر الحفاظ جناب حافظ احمد صاحب کوہاٹ ساکن موچیانوالہ چیلیانوالہ گجرات اور مولوی سید فضل حسین خواجہ صلاح بھیروی اور سنیون کی طرف سے مولوی عبد الشکور مدیر النجم اور چراغ الدین اور مولوی مسعود احمد اور مولوی نواب دین اور مولوی نظام الدین اور قاضی و مولوی فضل احمد وغیرہ وغیرہ دس مولوی صاحبان بلائے گئے اور مسٹر عبد الحق صاحب پادری جالندھر باتفاق فریقین منصف مقرر ہو کر یکم مئی کی شام کو وارد تکبیریان ہوئے ۲ و ۳ مئی تاریخ مناظرہ مقرر تھی مگر حکام کی طرف سے ایک دن مزید تعویق ہو جانیکی وجہ سے ۳ و ۴ مئی تاریخ مناظرہ مقرر ہو کر طے پایا کہ سنیون کی طرف سے مولوی عبد الشکور صاحب مناظر اور شیعون کی طرف سے مرزا احمد علی فاضل امرتسری مناظر مقرر ہوئے۔

موضوع بحث

"اثبات ایمان ثلاثہ بذمہ سنیان" اور "تردید بذمہ شیعیان" ۳ مئی کو ٹھیک ½ ۹ بجے آریہ سکول کے سامنے کاکوڑا کے باغ مین جلسہ مناظرہ منعقد ہوا ایڈیٹر النجم نے ایمان ثلاثہ کے اثبات مین ان کنتم خیر امة اور وعد الله الذین امنوا منکم الخ وامثالہم مثل آیات قرآنیہ وغیرہ کو جو تحریری صورت مین بحجم سولہ صفحہ تھی اور جو ماشاء اللہ گھر سے ہی تحریر کر کے لائے تھے پیش کیا اور اُسکی ایک نقل پادری عبد الحق ثالث کو اور ایک نقل مناظر شیعہ کو دی گئی اور بعدہ پڑھکر سنا دی گئی اسکے جواب مین شیعہ مناظر نے ایک کاپی لکھکر ایک نقل پادری کو اور ایک مناظر سنی کو دی اور بعدہ پڑھکر سنائی یہ سارا کام ایک گھنٹہ مین گیا۔ اور آیات کا جواب بدین صورت دیا کہ خدا نے ان آیات مین وعدہ خلافت مومنین صالحین کیلئے مخصوص کیا ہے لہذا پہلے ایمان ثابت کرو اور یہی موضوع بحث بھی ہے۔ کوئی بادشاہ بنجانے سے ایمان دار نہین ہو جاتا۔ خیر اسی طرح ایک ایک گھنٹہ وقت مناظرین کو ملتا رہا اور جلسہ روز اول بفضل خدا حکام اور خصوصاً تھانہ دار کی حسن انتظامی کے سبب بخیر و خوبی ختم ہوا۔ دوسرے روز ایڈیٹر النجم نے اپنی کمزوری کو محسوس کرتے ہوئے تحریری مناظرہ سے صاف صاف انکار کر دیا۔ اور کہا کہ شیعہ صاحبان سوائے صحاح ستہ کے ہماری اور کسی کتاب کا حوالہ نہ دین ادھر سے جواب ملا کہ آپ ان کتابون کے مولفین اور مصنفین کو کاذب لکھدین تو پھر ہم صرف صحاح سے ہی اپنا مطلب ثابت کرینگے تو پھر اڈیٹر النجم نے ایک اور شاخ نکالی وہ یہ کہ پادری صاحب نے شیعون سے چار ہزار روپیہ بطور رشوت وصول کیا ہے لہذا ہم تحریری مناظرہ اسلئے نہین کرتے کہ پادری صاحب خواہ مخواہ شیعون کے حق مین ہی فیصلہ دیوینگے۔ گو اس بات کا پادری صاحب پر بڑا صدمہ ہوا۔ اگر کسی کو اس مین شک ہو تو پادری صاحب سے خط کے ذریعہ پوچھ لین۔ مگر وہی مرغے کی ایک ٹانگ اگر اڈیٹر صاحب حق و راستی کو مان کر ثالث کے فیصلہ کو ناطق تسلیم کرتے اور تحریری مناظرہ کو نہ ٹالتے تو النجم کے صفحات کسطرح سیاہ کرتے چنانچہ چار پانچ مئی کی تاریخین اسی ردو کد مین گذر گئین اور مولوی عبد الشکور صاحب نے تحریری مناظرہ کرنا نہ مانا پر نہ مانا۔ آخر جب یہ سمجھا کہ اب اپنی سنی پارٹی ہی تحریری مناظرہ کیلئے مجبور کرنے لگی تو ۵ مئی کی شام کو بذریعہ گاڑی موضع دوکوہا متصل جالندھر

چھاؤنی کو فرار کر گئے ۔ ادھر شیعہ مولوی صاحبان بھی اس خیال سے دوگو ہاپہونچگئے کہ شاید کوئی سمجھوتہ ہو جائے مگر افسوس کہ علمائے شیعہ کے دوگو ہا پہونچنے سے صرف دو گھنٹہ بعد اڈیٹر النجم بقصد لکھنؤ جالندھر ریلوے کیطرف چلدئے چنانچہ شیعہ مناظر بھی اسٹیشن پر پہونچگئے اور دونوں ملکر ایک گاڑی میں بیٹھے یہ خبر ہے کہ شیعہ مناظر جناب مدیر النجم کو لکھنؤ پہونچاکر واپس ہونگے ۔

یہاں کا حال

لوگوں نے پادری عبدالحق صاحب مشنری جالندی سے مطالبہ شروع کیا کہ جو فریقین کے حالات بھیجے آپکے پاس ہیں اُن پر ہی فیصلہ دو لیکن پادری صاحب نے جواب دیا کہ مجھپر ناحق رشوت کا الزام لگایا گیا ہے ۔ لہذا آیندہ میں ایسے مناظروں میں ہرگز نہ آؤنگا اور نہ فیصلہ لکھونگا ۔ بالآخر اُن سے کہا جاتا ہے کہ صرف ریویو تو کم ازکم شایع کرادیجئے ۔ مگر پادری صاحب کہتے ہیں کہ چونکہ فریق سنی کو میرا فیصلہ ریویو وغیرہ منظور نہیں لہذا بے سود ہے ۔ دیکھئے ۔

والفضل ماشهدت بہ الاعداء

عنقریب انشاء اللہ شہر کے منصف مزاج اہل ہنود صاحبان کی دستخطی تحریر روانہ کیجائیگی گو کہ تحریک عدم تعاون حصول سوراج خلافت کمیٹی وغیرہ وغیرہ انواع واقسام کے موانع ہندوؤں کو اس میں درپیش ہیں مگر امید کہ بہت سے منصف مزاج حق کے اظہار سے پہلوتہی نہ فرمائینگے ۔

راقمان سید غلام عباس و چودھری محمد رمضان جعفری ساکنان قصبہ کیریان
ضلع ہوشیارپور

اصلاح ۔ دیکھئے خداوند عالم کب مسلمانوں پر رحم کرتا ہے جوان مفاسد سے نجات ملے اس عام تباہی وقحط سالی میں شیطان ایسا سامان کردیتا ہے کہ مومنین ناحق زیربار ہوتے ہیں پیغمبوں میں مولوی عبدالشکور صاحب کے سوا اور کوئی مولوی نہیں ہے جو ہر جگہ اس قسم کا فساد کرتے ہیں خدا اب سے بھی رحم کرے اگر غور کیجئے تو جہاں فساد ہوتا ہے ایسے ہی بانیان فساد کی بدولت ورنہ فریقین کے سمجھدار ایسے نزاعات سے چشم پوشی کرتے ہیں ۔

تعریف حیوان ۔ منطقی لوگوں نے یہ تعریف کی ہے کہ حیوان جسم نامی حساس ۔ متحرک بالارادہ ہے اس تعریف سے حجر ۔ شجر سب خارج ہوجاتے ہیں ۔

مگر افسوس دفتر اصلاح اب ایسا مجبور ہو رہا ہی کہ اوسکو متحرک بالارادہ بھی نہین کہہ سکتے کیونکہ سال گذشتہ تو والدہ مرحومہ کی علالت سے ہم اس درجہ پریشان رہی کہ پناہ بخدا۔ اب اس سال کیا ہو گیا کہ اس سال کے دس مہینہ ختم ہوے اور کوئی نمبر وقت پر نہ شایع ہو سکا۔

۱۳۳۵ء سنہ گذشتہ کا ۲۳ ربیع الثانی کو روانہ ہوا۔ جلد ۲۴ – ۲۷ جمادی الاولی کو اور ۳ – رجب کو اور ۳ – ۱۲ شعبان کو۔

۱۳۳۶ء اس خیال سے بلا ویلو روانہ ہوا کہ قوم چندہ بذریعہ منی آڈر عنایت کرے کیونکہ رجسٹری کرنا دفتر پہ لازم ہے جسکی فیس ۲ دینی پڑتی ہی اور خریداروں سے فیس منی آڈر لیا جاتا ہی غرض ۴ کا نقصان ہے حالانکہ اگر منی آڈر آتا تو ۴ کی کفایت ہوتی نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۲ شعبان سے لغایت ۱۲ رمضان یہ کارروائی نہ پوری ہو سکی کیونکہ ایک تو خرچ چار گونہ بڑھ گیا دوسرے یہ کہ ڈاکخانہ مین وقت پر ٹکٹ نہین ملتا ۸ – ۸ روز کے مطالبہ پر ٹکٹ ملتا ہے۔

ادھر یہ مصیبت کہ محرر دفتر دو دو بیمار ہین رجب سے اسوقت تک دفتر مین نہ آسکے اب کام کرے تو کون غرض اب یہی حالت ہی کہ کوئی کام ہمارے ارادہ سے نہین ہوتا نہ معلوم کبتک یہ حال رہیگا خیال تھا کہ ۱۳۳۵ھ مین الوصی شایع کرینگے جسکے ۲۰ صفحہ تک چھپ چکے ہین مگر اتفاقاً کاغذ کم ہو گیا جس سے مجبوری ہے وہ علیحدہ شایع کرنا پڑا۔

اوسپر طرہ یہ ہوا کہ روشنائی ایسی خراب آئی ہی کہ کسی طرح ایک سلسلہ سے کام نہین ہو سکتا دو دو تین تین مرتبہ پتھر بنانا پڑتا ہے تب جا کر ایک پتھر چھپتا ہے۔

بہرحال ان حالات کے ظاہر کرنیکا مقصود یہ ہی کہ جو حضرات غفلت کا الزام لگاتے ہین وہ سمجھین کہ ہم اپنے امکان بھر کوئی دقیقہ اوٹھا نہین رکھتے مگر مقدرات سے مجبوری ہی کیونکہ اسوقت اسٹاف اسقدر مضبوط ہے کہ دو کاپی نویس ملازم ہین اور دو پریس چل رہا ہے جسمین چھ آدمی ملازم ہین مگر ان سب باتوں کے ساتھ ایک آدمی کا بھی کام نہین ہوتا دعا فرمائیے کہ خدا ہمکو قوم سے سرخ رو کرے۔

عرصہ سے اعلان کر رہے ہین کہ ۱۳۳۵ھ مین الوصی شایع ہوگا مگر ۱۳۳۵ھ مین بھی اوسکی نوبت نہین آئی حالانکہ ۲۰ صفحہ چھپ چکا ہے۔

مناظرہ امروہہ کے نسبت مومنین کا بہت اصرار ہو لہذا یہ نمبر اسکے متعلق شایع کیا جاتا ہی اور